اخبارِ اُمت

دینی تعلیم یا نصاب' اور امریکی مطالبے

عبدالغفار عزیز ○

۲۵ اگست ۱۹۸۱ء کو صہیونی وزیراعظم بیگن مصر کے دورے پر گئے' مصر اسرائیل تعلقات میں بہتری زیربحث تھی۔ بیگن نے انور السادات کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ''میں آپ کی اس بات پر کیسے یقین کرلوں کہ آپ ہمارے ساتھ واقعتاً دوستی چاہتے ہیں' جب کہ آپ کے طلبہ کو اب بھی اس قرآنی آیت کی تعلیم دی جاتی ہے کہ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ط (المائدہ ۵:۷۸) ''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داوٗدؑ اور عیسٰیؑ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی''۔ صدر سادات نے اپنے وزیرتعلیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ مصری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی ایسی تمام آیات کو نصاب سے خارج کر دیا جائے جن میں یہودیوں کی دشمنی کا ذکر ہو۔

۶ جولائی ۲۰۰۲ء کے اخبار الشرق الاوسط (عالم عرب کا سب سے بڑا اخبار) میں سابق مصری وزیراعظم مصطفیٰ خلیل کا ایک بیان شائع ہوا ہے' جس میں انھوں نے اعتراف کیا کہ کیمپ ڈیوڈ معاہدے سے پہلے امریکہ نے انور السادات سے مطالبہ کیا تھا کہ ''اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے سے پہلے تمھیں دور رس تبدیلیاں لانا ہوں گی''۔ مصطفیٰ خلیل نے یہ وضاحت بھی کی کہ ''میری زیرنگرانی ایک اصلاحاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی نے معاشرتی' اقتصادی اور سیاسی اصلاحات کے لیے جامع سفارشات پیش کیں' جو مرحلہ وار نافذ ہوئیں''۔

اصلاحات کے نام پر صہیونی' امریکی خواہشات کی تعمیل و تکمیل کا سفر اب بھی جاری ہے۔ مصر ہی نہیں' مراکش سے ملایشیا تک اکثر و بیشتر مسلم ممالک اسی کولھو میں جتے ہوئے ہیں۔ ''اصلاحات'' کا دائرہ بھی بہت

○ ڈائرکٹر' امور خارجہ' جماعت اسلامی پاکستان

وسیع ہو چکا ہے' لیکن ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جس پہلو پر زیادہ توجہ اور زیادہ وسائل صرف کیے جا رہے ہیں' وہ تعلیم ہے۔ پاکستان' سعودی عرب اور یمن پر اس حوالے سے خصوصی عنایات کی جا رہی ہیں۔ یہ بات تکرار سے دہرائی جا رہی ہے کہ ان ممالک کے نصاب تعلیم اور خاص طور پر دینی مدارس کے نصاب' دہشت گردی کی آبیاری کرتے ہیں۔ پاکستان کے دینی مدارس سے طالبان اور ان کے حامی جنم لیتے ہیں اور سعودی عرب و یمن کے مدارس سے القاعدہ اور اس کے مددگار۔ ملک سے غربت کے خاتمے اور اقتصادی ترقی کے لیے کوئی ''مونگ پھلی'' عطا ہو یا نہ ہو' تعلیم کو درست کرنے کے لیے ۱۰۰ ملین ڈالر حاضر ہیں۔

پاکستان میں تعلیمی اداروں اور تعلیمی نصاب میں کیا کیا تبدیلیاں مطلوب ہیں ان کا ایک اندازہ دیگر مسلم ممالک' خاص طور پر مصر سے کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک پر جو عنایات اب شروع ہوئی ہیں' مصر پر ۱۹۷۹ء سے شروع ہیں۔ اس وقت سے اب تک مصر سے جو مطالبات کیے گئے' اس تحریر کے شروع میں ''بیگن سادات مکالمہ'' ان کا ایک مظہر ہے۔ ان کا بس چلتا تو ان آیات و احکام کو قرآن کریم ہی سے خارج کروا دیتے لیکن انا لہ لحافظون کے سامنے ان کا بس نہیں چلتا' اس لیے اب وہی پٹا ہوا طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ○ (حم السجدہ ۴۱:۲۶) ''یہ منکرین حق کہتے ہیں' 'اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو' شاید کہ اسی طرح تم غالب آجاؤ''۔

اس ضمن میں جن متعدد آیات و احادیث کو نصاب تعلیم سے خارج کیا گیا ہے وہ جہاد' یہودیوں کی مسلم دشمنی' کفار سے محبت و دوستی کی ممانعت اور حجاب و حیا سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ وہ آیات و تعلیمات بھی خارج از نصاب کر دی گئیں جن میں خوف آخرت یا برائیوں کے بدانجام کا ذکر ہے۔

تل ابیب یونی ورسٹی میں انھی دنوں ایک سیمی نار منعقد کیا گیا جس میں مصری وزیر اعظم مصطفی خلیل اور بطرس غالی بھی شریک ہوئے۔ سیمی نار کا عنوان تھا: دراسة تاثير القرآن فی عرقلة التطبيع مع اسرائيل ''اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے میں حائل قرآنی اثرات کا جائزہ''۔ اس سیمی نار میں صہیونی وزیر اعظم نے مصری حکومت سے مطالبہ کیا کہ ''قرآنی تعلیمات دینے والے مراکز بند کیے جائیں اور مساجد کو براہ راست حکومتی تحویل میں لے لیا جائے''۔

یہی پالیسی تھی جس کے تحت عالم اسلام کی سب سے نامور یونی ورسٹی جامعہ الازہر کو سرکاری تحویل میں لیا گیا۔ جامعہ کو اپنے وقف اثاثوں سے محروم کرتے ہوئے وزارت اوقاف کے اختیار و انتظام میں دے دیا گیا۔ شیخ متولی شعراوی جو گذشتہ برس اللہ کو پیارے ہوگئے اور جو اپنے دروس قرآن کی وجہ سے پوری مسلم دنیا میں

بلند مقام رکھتے تھے' اُس وقت جامعہ ازہر کے سربراہ حسن مامون کے ناظم دفتر تھے۔ اپنے ایک دوست کمال حبیب کو بتاتے ہیں کہ "شیخ الازہر حسن مامون کو اس قدر بے دست و پا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنا بستر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں کر سکتے تھے"۔

ازہر میں تعلیم کا عرصہ کم کر دیا گیا' مختلف فقہی مذاہب پڑھانے سے منع کر دیا گیا۔ غیر مصری طلبہ کا داخلہ تقریباً ناممکن بنا دیا گیا۔ ازہر کی ابتدائی تعلیم میں داخلے کے لیے عمر کی حد بڑھا دی گئی تاکہ اس انتظار میں رہنے کے بجائے طلبہ دوسرے تعلیمی اداروں میں کھپ جائیں۔ قرآن کریم تعلیم کی اصل بنیاد تھا' اس کی تعلیم محدود کر دی گئی۔ اس پورے "اصلاحی عمل" کو وہاں "علمنة الازہر" کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے' یعنی ازہر کو سیکولر کرنا۔

مصر کے تعلیمی نصاب اور اس میں چھپی بنیاد پرستی پر' کس کس طرح اظہار تشویش کیا گیا' صرف ایک مثال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک ماہر تعلیم آٹھویں کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: "اسی طرح آٹھویں کی عربی کی کتاب مطبوعہ ۹۲-۱۹۹۱ء کا ایک مضمون ملاحظہ ہو' عنوان ہے: "عرب خاتون"۔ اس مضمون میں رسول کریمؐ کی ازواج کا ذکر بڑی مبالغہ آمیزی اور ستایش و تمجید سے کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہزاروں سال پر پھیلی ہماری تاریخ میں سے ہمیں کوئی اور مثال نہیں ملتی؟ کیا فرعونی اور قبطی تاریخ میں سے دیگر خواتین کی مثالیں نہیں دی جا سکتی تھیں کہ جن سے ایک توازن قائم ہو جاتا"۔ (شبل بدران: المؤسسة التعليمية والتطرف' مجلة التربية المعاصرة' ۱۱ مارچ ۱۹۹۶ء' ص ۳۱۸-۳۱۹)

یہی صاحب اپنے اسی تجزیے میں لکھتے ہیں: "اسلام کے نام پر' مختلف دینی اداروں اور تنظیموں کے زیر اہتمام مدارس کے قیام کی اجازت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان تعلیمی اداروں میں طلبہ اور اساتذہ کا چناؤ صرف اور صرف دینی بنیادوں پر ہوتا ہے"۔

ان تجزیوں' سفارشات اور تعلیمی پالیسیوں کے نتیجے میں عملاً جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی ہیں' ان کی چند مثالیں یہ ہیں:

—— سورۂ نور کی یہ آیت حذف کر دی گئی: "اے نبی مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں"۔ اسی طرح سورۂ مجادلہ کی یہ آیت حذف کر دی گئی: "تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے"۔

—— پورے نصاب تعلیم میں سے ہر وہ بات نکالنے کی کوشش کی گئی جس میں طالب علم کے ذہن

میں اپنے خالق، دین یا اہل دین کا مقام اجاگر ہو۔ یہ معروف حدیث بھی حذف کر دی گئی: ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے''۔ یہ حدیث بھی خارج کر دی گئی: ''مسواک کرو کہ اس سے منہ صاف ہوتا ہے اور رب راضی ہوتا ہے''۔

—— ایک جملہ تھا: ''میں جب کسی کے پاس سے گزرتا ہوں تو انھیں السلام علیکم کہتا ہوں'' اسے تبدیل کر کے یوں لکھ دیا گیا: ''میں جب کسی کے پاس سے گزرتا ہوں تو انھیں آداب بجالاتا ہوں''۔

—— سورج پر ایک مضمون میں جملہ تھا: ''سورج سے ہمیں نمازوں کے اوقات متعین کرنے میں بھی مدد ملتی ہے''، اسے حذف کر دیا گیا۔

—— بچوں کی نظموں میں سے وہ تمام نظمیں نکال دی گئیں جن میں اسلامی تعلیمات تھیں، مثلاً:

بنی توضا وقم للصلاہ وصل لربك تكسب رضاہ

بیٹے! اُٹھو وضو کرو، نماز پڑھو اور اپنے رب کی رضا حاصل کرو۔

رباہ انت خلقتنی ومنحتنی سر الحیاۃ

پروردگار تو نے مجھے پیدا کیا اور زندگی کے راز سے آشنا کیا۔

—— رسول اکرمؐ کی سیرت میں سے آپؐ کی غزوات و جہاد کا ذکر حذف کر دیا گیا۔

—— انٹرمیڈیٹ کے نصاب سے حضرت عمرؓ کی سیرت پر کتاب بجٹ کم ہونے کے عذر پر نکال دی گئی۔

—— عربی زبان سکھانے کے لیے آیات، احادیث اور اخلاقی تعلیمات پر مبنی اشعار پر مشتمل کتاب خارج کر کے ایسی باتصویر اور رنگین کتب لائی گئی ہیں جن میں جنسی تعلیمات و تصاویر کی بھرمار ہے۔

حذف و اضافے کا یہ ذکر بہت طویل ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی تعلیمی درجہ یا کتاب ایسی نہیں چھوڑی گئی جس میں تبدیلی نہ لائی گئی ہو۔ خود مصر کی تاریخ میں اسرائیل کے ساتھ جنگوں کا ذکر مختصر اور بہت محتاط الفاظ میں کیا گیا ہے۔ نقشے میں سے فلسطین کا نام نکال کر اسرائیل درج کر دیا گیا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ امن معاہدے کے گیت گائے گئے ہیں اور جو ملک کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر معترض تھے ان کے متعلق لکھا گیا ہے کہ ''جو ممالک عالمی تبدیلیوں کو سمجھنے سے قاصر تھے انھوں نے اس معاہدے کو قبول نہیں کیا۔ ترقی یافتہ ممالک نے آگے بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا''۔

مصر کا ذکر چھوڑتے ہوئے آیئے چند دیگر ممالک کی جھلک دیکھتے ہیں:

۲۱ نومبر ۲۰۰۱ء کو جاری ہونے والی ایک امریکی رپورٹ میں فلسطینی اتھارٹی کی تعلیمی پالیسی کا جائزہ لیا

گیا ہے۔ رپورٹ میں اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا ہے کہ فلسطینی اسکولوں کے نصاب میں یہودیوں کے کسی مقدس مقام کا ذکر تک نہیں ہے۔ القدس کو یوں ظاہر کیا گیا کہ گویا اس پر صرف فلسطینیوں ہی کا حق ہے' شہدا اور جہاد کا تقدس ذہنوں میں بٹھایا جاتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ صلح کی اہمیت کا ذکر کافی نہیں ہے۔ فلسطینی اتھارٹی نے اپنی تعلیمی پالیسی میں یونیسکو کے طے کردہ تعلیمی اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھا۔

فلسطینی اتھارٹی اپنے دینی و ملّی فرائض کی کس حد تک پاس دار ہے اور امن کے سراب کے پیچھے دوڑتے دوڑتے' ملّی مفادات سے دست برداری کے کس جہنم میں خود کو اور فلسطینی قوم کو جھلسا رہی ہے' یہاں اس کے ذکر کا موقع نہیں ہے لیکن آیئے دیکھیں یونیسکو کے جن تعلیمی اصولوں کی دہائی دی گئی ہے وہ کیا ہیں؟

یونیسکو کے زیر انتظام قائم کردہ ایک ادارہ ''اسلام اور مغرب'' اپنے دستور مجریہ ۳ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں لکھتا ہے: ''درسی کتب کے مولفین کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ دین کو کسی چیز کا معیار یا ہدف بنا کر پیش کریں۔ صرف انھی دینی امور کو تعلیمی نصاب میں شامل ہونا چاہیے جو دیگر ادیان میں بھی مشترک ہوں۔ درسی کتب میں مذکور دینی مظاہر کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اس جائزے میں دوسرے عقائد رکھنے والے بلکہ لادین افراد کو بھی شریک کرنا چاہیے''۔ (جمال عبدالہادی اور دیگر' تطویر ام تضلیل فی مناهج التربیة الاسلامیة' ص ۳۶)

سعودی عرب کے تعلیمی نظام کو تو اس شدت سے نشانہ تنقید بنایا جا رہا ہے کہ امریکی اخبارات اور دانش ور حلقوں کے علاوہ امریکی کانگریس تک میں اس کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ کہا گیا کہ' دہشت گردی کے خلاف جنگ صرف افغانستان پر حملے سے نہیں جیتی جا سکتی' وہاں موجود عناصر تو صرف ایک مظہر ہیں۔ دہشت گردی کی اصل جڑیں سعودی عرب اور اس کے تعلیمی نظام میں ہیں۔ پھر مزید وجوہات بیان کرتے ہوئے دریدہ دہن یہاں تک پہنچے کہ ''حرمین کا وجود دہشت گردی کا سبب ہے اور آسان حل یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) مکہ پر ایک ایٹم بم گرا دیا جائے''۔

الجزیرہ چینل کے ایک معروف ہفتہ وار پروگرام میں اسی مسئلے کا جائزہ لیا گیا (۱۶ جنوری ۲۰۰۲ء)۔ پروگرام پروڈیوسر احمد منصور معروف امریکی صہیونی تجزیہ نگار تھامس فرائڈمین کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے: ''۱۲ دسمبر کے نیویارک ٹائمز میں تھامس فرائڈمین لکھتا ہے کہ دینی مدارس اور جامعات ہی دہشت گردی کا گڑھ ہیں۔ یہیں سے دہشت گردوں کے لیڈر پیدا ہوئے۔ دہشت گردی کے انھی سوتوں کو خشک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ یہی تعلیم یہود و نصاریٰ کے خلاف نفرت پھیلاتی ہے۔ اب یہ بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے کہ سعودی عرب اور دیگر عرب ملکوں میں نصاب تعلیم تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ اسرائیل دباؤ

ڈال رہا ہے کہ وہ قرآنی آیات پڑھے جانے یا ریڈیو اور ٹی وی پر پیش کرنے پر پابندی لگادی جائے جن میں یہود کا ذکر ہے۔ یہ مہم ہمارے دین' ہماری ثقافت' ہماری تاریخ اور سب کچھ تبدیل کرنے کے لیے ہے" (الجزیرہ نٹ)۔

الجزیرہ ہی کے ایک اور پروگرام میں ''سعودی عرب پر امریکی دباؤ'' کے حوالے سے بحث ہوئی (۱۰ جولائی ۲۰۰۲ء)۔ اس میں حصہ لینے والوں میں سعودیہ کے وہ تین معروف علماے کرام بھی تھے' جو عراق کویت جنگ کے بعد سعودیہ میں امریکی افواج کی آمد کے خلاف تھے۔ اس مخالفت کے باعث انھیں ۱۵'۱۵ سال کی سزا سنادی گئی تھی' لیکن بعد میں رہا کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک عالم دین شیخ سفر الحوالی کی گفتگو کے چند جملے: ''جو امر اس اُمت کے کسی فرد کے لیے قابل قبول نہیں ہے' نہ کوئی اس سے تغافل ہی برت سکتا ہے وہ جزیرہ عرب سے امریکہ کی دشمنی ہے۔ جزیرہ عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بات ہے' یہاں کے نظام تعلیم کو تبدیل کر دینے کی بات ہے' یہاں دعوتی سرگرمیوں کو کچل دینے کی بات ہے...... لیکن امریکہ کو جان لینا چاہیے کہ سعودی عرب میں ایسا کر کے وہ آگ سے کھیل رہا ہے''۔ (پورا متن الجزیرہ نٹ پر)

۱۶ جولائی ۲۰۰۲ء کو یمن سے یہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ تعلیمی وحدت کے نام پر یمنی حکومت نے تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومیانے کا عمل شروع کر دیا ہے۔ اس کوشش میں کئی مقامات پر پولیس اور مقامی آبادیوں کے درمیان جھڑپیں بھی ہوئی ہیں۔ کئی مدارس کے اندر شہریوں نے دھرنا دے دیا کہ پولیس کو ان پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔

اسی مہینے مراکش سے یہ خبریں آئی ہیں کہ مراکشی پولیس نے ۱۶ علما اور دانش وروں کو گرفتار کر لیا۔ ان پر الزام تھا کہ وہ امریکہ کے خلاف نفرت کی تعلیم دیتے تھے۔

پاکستان ہی نہیں پوری مسلم دنیا کا ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ ہے نصاب تعلیم کی تبدیلی۔ نظام و نصاب میں بہتری کسے مطلوب نہیں ہے۔ خود دینی مدارس سے یہ آواز گاہے بگاہے اٹھتی ہے کہ تعلیمی اصلاحات متعارف کروائی جائیں اور تمام تعلیمی اداروں کو تیز رفتار دنیا کا ساتھ دینے کے قابل بنانے کی فکر کی جائے۔ لیکن اگر تمام جدوجہد کا مقصد امریکہ کی خوشنودی اور امریکہ و اسرائیل سے قربت اور آیندہ نسلوں کو دین بیزار بنانا ہو' تو ایسا کرنے سے پہلے ۱۰ دفعہ سوچنا ہوگا۔

یہ معلومات بھی دل چسپی کا باعث ہوں گی کہ مسلمان نسلوں سے قرآن و سنت چھیننے کی کوشش کرنے والے اپنے بچوں کو مذہب کے حوالے سے کیا تعلیم دے رہے ہیں۔ اسرائیل میں پرائمری سطح پر تعلیم حاصل کرنے والوں کی ۳۱ فی صد تعداد دینی مدارس میں زیر تعلیم ہے جن میں سے ۲۱.۶ فی صد سرکاری سرپرستی میں چلنے والے مدارس اور ۹.۹ فی صد آرتھوڈکس یہودی دینی جماعتوں کے مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔ اسرائیلی

وزارت تعلیم کے اعداد و شمار کے مطابق گذشتہ عشرے کے دوران یہودی دینی مدارس میں داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد میں ۱۳۰فی صد اضافہ ہوا ہے۔

اسرائیلی اخبار یدیعوت احرونوت کے مطابق ۱۹۹۰ء میں یہودی دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد ۴۸ ہزار تھی جو ۲۰۰۰ء میں ایک لاکھ ۱۱ ہزار ہوگئی ہے۔ اسی عرصے میں صرف توراتی قوانین پڑھنے والوں کی تعداد ۱۷ ہزار سے بڑھ کر ۳۲ ہزار ہوگئی ہے۔ پرائمری اسکول ہی سے دینی تعلیم اور عبرانی زبان سکھانے کا عالم یہ ہے کہ چوتھی کلاس تک کے بچوں کو عام اسکولوں میں ۳۵ فی صد وقت اور دینی مدارس میں ۵۱ فی صد وقت یہی دو مضامین پڑھانے پر صرف کیا جاتا ہے۔

پہلے اسرائیلی وزیراعظم بن گوریون نے ۱۹۵۶ء میں چوبیسویں صہیونی کانفرنس میں کہا تھا: ”صہیونی تحریک کا کوئی مستقبل نہیں ہوگا اگر ہر یہودی عبرانی تربیت و ثقافت پھیلانا اپنا فرض عین نہ سمجھے“۔

کیا بن گوریون کے ان الفاظ میں عالم اسلام کے لیے بھی کوئی پیغام ہے......؟ کوئی تازیانہ ہے---؟

(ماخذ: البیان‘ الشرق الاوسط : لندن‘ المجتمع: کویت‘ الامان: لبنان‘ الجزیرہ نٹ اور اسلام آن لائن)

بچوں کے لیے منشورات کا تحفہ

خوب صورت ‘ سبق آموز ‘ دل چسپ

عنایت علی خان کے قلم سے

☆ پیاری کہانیاں ۱۵ روپے
☆ کچھوا اور خرگوش ۱۵ "
☆ چڑیا کے بچے ۲۰ "
☆ شیطان کو مارو کوڑا ۲۵ "
☆ قلم گما دیا ۳۰ "
☆ ہانڈی مل گئی ۳۵ "

نورا کینہ قاضی کے قلم سے

☆ خوشبو ۲۵ روپے
☆ شہزادی کی تلاش ۴۰ "
☆ پہاڑوں کا راز ۳۵ "

مزید تفصیلات کے لیے ہماری فہرست طلب کریں
نقد یا ڈرافٹ کے ساتھ آرڈر دیں یا وی پی طلب کریں

ہیڈ آفس : منشورات‘ منصورہ‘ ملتان روڈ‘ لاہور- فون: 5425356 فیکس: 5432194
اسلام آباد : بک ٹریڈرز‘ بیسمنٹ آئی پی ایس‘ جناح سپر مارکیٹ‘ فون: 051-2650971-73
کراچی : ڈیسنٹ بک پوائنٹ‘ A/57‘ بلاک 5 گلشن اقبال- فون: 021-4967661